اکائی - 5 مساوات،ایجاز،اطناب

اکائی کے اجزاء

5.1 مقصد

5.2 تمہید

5.3 مساوات

معلومات کی جانچ

5.4 ایجاز

معلومات کی جانچ

5.5 ایجاز کے محرکات اوراس کے مواقع

5.5.1 ایجاز کے محرکات

5.5.2 ایجاز کے مواقع

معلومات کی جانچ

5.6 ایجاز کی اقسام

5.6.1 ایجازِ قِصَر

5.6.2 ایجازِ حذف

معلومات کی جانچ

5.7 حذف کی اقسام

معلومات کی جانچ

5.8 حذف کی علامتیں

معلومات کی جانچ

5.9 اطناب اوراس کے مواقع

معلومات کی جانچ

5.10 اطناب کی صورتیں

5.10.1 ابہام کے بعد ایضاح

5.10.2 عام کے بعد خاص کا ذکر

5.10.3 خاص کے بعد عام کا ذکر
5.10.4 اعتراض
5.10.5 ایغال
5.10.6 تکرار
5.10.7 تکمیل یا احتراس
5.10.8 توشیع
5.10.9 تتمیم
5.10.10 تذییل
معلومات کی جانچ
5.11 خلاصہ
5.12 نمونہ کے امتحانی سوالات
5.13 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

5.1 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ علم المعانی کے چند اہم مباحث: ایجاز، اطناب اور مساوات کو سمجھ سکیں، اور یہ بھی جان سکیں کہ ایجاز کے مواقع اور اس کی اقسام کیا ہیں؟ اسی طرح حذف کی قسمیں کیا ہیں، نیز اطناب کے مواقع اور اس کی صورتوں سے بھی واقف کرایا جائے گا، ساتھ ہی آپ مساوات کی تفصیلات بھی جان سکیں گے۔

5.2 تمہید

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد آپ اس لائق ہو جائیں گے کہ آپ سمجھ سکیں کہ مافی الضمیر کی تعبیر کے لیے بلاغت میں تین طریقے رائج ہیں: ایجاز، اطناب اور مساوات، چناں چہ ہر شخص اپنی مراد سمجھانے کے لیے انہی طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرتا ہے، لہذا موقع ومحل کا جو تقاضا ہو، وہی طریقہ ختیار کرنا چاہیے۔ کبھی موقع ومحل کا تقاضا اختصار کا ہوتا ہے، اور کبھی طویل کلام کرنے کا، اور کبھی درمیانی کلام کا۔ تعبیر کے انہی طریقوں کو بلاغت کی اصطلاح میں ''ایجاز''، ''اطناب'' اور ''مساوات'' کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی جان سکیں گے کہ ایجاز کے مواقع اور اس کی اقسام کیا ہیں؟ اسی طرح حذف کی قسمیں کیا ہیں، نیز اطناب کے مواقع اور اس کی صورتوں سے بھی واقف کرایا جائے گا، ساتھ ہی آپ مساوات کی تفصیلات بھی جان سکیں گے۔

5.3 مساوات

علمائے بلاغت مساوات کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:"**المساواة أن تكون المعاني بقدر الألفاظ، والألفاظ بقدر المعاني، لا يزيد بعضها على بعض**".

یعنی کسی مفہوم کی ادائیگی مساوی الفاظ سے کرنا 'مساوات' کہلاتا ہے کہ نہ الفاظ معانی سے زیادہ ہوں اور نہ معانی الفاظ سے زیادہ ہوں۔

دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مساوات کا مطلب ہے الفاظ کا بہ قدرِ معانی اور معانی کا بہ قدرِ الفاظ ہونا جس کے لیے معیار یہ ہے کہ کلام میں کچھ لفظ زیادہ کرنے یا کم کرنے کی گنجائش نہ ہو، کیوں کہ اگر کوئی لفظ بڑھایا جائے تو وہ محض زائد ہوگا، اور اگر کم کیا جائے تو معنی میں خلل واقع ہوگا، جیسے قرآن کی یہ آیت: ﴿**ولا يحيق المكر السيّء إلا بأهله**﴾ (فاطر: 43) (اور بری سازشوں کا وبال سازش کرنے والوں پر ہی ہوتا ہے)۔

اس آیت میں الفاظ بہ قدر معانی ہی استعمال کیے گئے ہیں، جن میں کچھ کمی یا زیادتی کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح طرفہ بن العبد کا یہ شعر ہے:

ستُبدِي لک الأيّامُ ما كنتَ جاهلا

ويأتيک بالأخبار مَن لم تزوّدِ

(اگر تم زندہ رہے تو عنقریب زمانہ تمھیں وہ باتیں بھی بتادے گا جو تم نہیں جانتے تھے، اور ایسا شخص بھی تمھیں خبریں پہنچائے گا جس کو تم نے خبریں لانے کے لیے بھیجا بھی نہ ہوگا اور اسے زادِ سفر بھی نہ دیا ہوگا)۔

ظاہر ہے کہ اس شعر میں بھی الفاظ بہ قدر معانی استعمال کئے گئے ہیں، کچھ کمی یا زیادتی نہیں، لہذا یہ مساوات ہے۔

اور جیسے قرآن مجید میں ہے:﴿**وما تقدموا لأنفسكم من خير تجدوه عند الله**﴾(البقرة:110) (اور جو بھلائی اپنے لیے آگے بھیج رکھوگے، اس کو خدا کے یہاں پالوگے)۔

آیت کریمہ میں الفاظ کا استعمال بہ قدر معانی ہوا ہے، لہذا یہ مساوات ہے۔

واضح رہے کہ مساوات ایسا طریقۂ تعبیر ہے جو عام طور سے عوام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو اگر چہ بلاغت کے مراتب کو نہیں پہونچتے، تاہم ایسا بھی نہیں کہ عقل وفہم سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو، مذکورہ آیت کریمہ میں بھی یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ وہاں عام ذہن کو پیش نظر رکھ کر کلام کیا گیا ہے، تاکہ اسے ہر کوئی سمجھ سکے؛ کیوں کہ ایجاز واطناب کے طریقوں سے ہر شخص واقف نہیں ہوتا۔

معلومات کی جانچ

1- مساوات کسے کہتے ہیں؟

2- مثال کے طور پر مذکور آیت کریمہ اور شعر کی تشریح کریں۔

5.4 ایجاز

علمائے بلاغت ایجاز کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "**الإیجاز جمع المعاني المتكاثرة تحت اللفظ القليل مع الإنابة والإفصاح**".

یعنی کم لفظوں میں ایک وسیع جہانِ معنی کو سمیٹ لینا کہ اپنی مراد کو سمجھانے کے لیے جتنے الفاظ ضروری تھے، ان سے کم ہی استعمال کئے جائیں؛ مگر یہ اتنے واضح اور جامع ہوں کہ ادائیگیِ مراد کے لیے کافی ہو جاتے ہوں، جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين**﴾ (الأعراف: 199) (اے محمد ﷺ! عفو اختیار کرو، اور نیک کام کرنے کا حکم دو، اور جاہلوں سے کنارہ کرلو)۔

آیت کریمہ الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر ہے، مگر اس میں ایک وسیع معنی کا احاطہ کیا گیا ہے، کیوں کہ اس میں اخلاقی خوبیوں کی تمام باتیں سمودی گئی ہیں۔

اور اگر الفاظ اس طرح کم ہوں کہ مراد کے لیے ناکافی ہوتے ہوں اور کلام کے مطلب سمجھنے میں خلل واقع ہوتا ہو تو اسے "**إخلال**" یا "**إیجازِ مُخِلّ**" کہتے ہیں، جو قابل قبول نہیں۔

معلومات کی جانچ

1- ایجاز کسے کہتے ہیں؟

2- مثال میں مذکور آیت کریمہ کی تشریح کریں۔

5.5 ایجاز کے محرکات اور اس کے مواقع

5.5.1 ایجاز کے محرکات

ایجاز کے مختلف محرکات ہوتے ہیں، انہیں محرکات کی بنیاد پر اس کے استعمال سے کلام بلیغ ہوتا ہے؛ مثلاً: جہاں اختصار مطلوب ہو، یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا ہو، فہم کے قریب کرنا ہو، موقع تنگ ہو، غیر سامع سے اخفا مقصود ہو، سامع کو طویل گفتگو سے اکتاہٹ ہوتی ہو، تھوڑے لفظوں میں زیادہ معانی بیان کرنا ہو وغیرہ، علمائے بلاغت کہتے ہیں:

دواعي الإيجاز كثيرة، من أشهرها:

1 - **الاختصار.**

2 - **تحصيل المعنى باللفظ اليسير.**

3 - **تقريب الفهم.**

4 - **تسهيل الحفظ.**

5 - **ضيق المقام.**

6 - الضجر والسآمة.

7 - إخفاء الأمر على غير السامع.

5.5.2 ایجاز کے مواقع

رحم کی درخواست، گلہ شکوہ، معذرت، تعزیت، سرزنش، زجروتوبیخ، وعدہ ووعیداوراظہارتشکروغیرہ کے وقت نیز شاہی فرامین میں ایجاز کا طریقہ مستحسن ہوتا ہے، علمائے بلاغت کہتے ہیں:

المواقع التي يستحسن فيها الإيجاز كالتالي:

1 - الشكر على النعم.

2 - الاعتذار.

3 - الوعد.

4 - الوعيد.

5 - العتاب.

6 - التوبيخ.

7 - التعزية.

8 - شكوى الحال.

9 - الاستعطاف.

10 - أوامر الملوك ونواهيهم.

معلومات کی جانچ

1- ایجاز کے محرکات کیا ہیں؟

2- ایجاز کے مواقع کیا ہیں؟

5.6 ایجاز کی اقسام

5.6.1 ایجازِ قِصَر

ایجازِ قِصَر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "**إيجازُ قِصَر، ويكون بتضمين العبارات القصيرة معاني كثيرة من غير حذف**".

ایجازِ قِصَر کو "ایجاز بلاغت" بھی کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں، اور کچھ محذوف بھی نہ ہو، جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿**ولكم في القصاص حياة**﴾(البقرة:179) (اور قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے)۔

آیت کریمہ میں الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں؛ کیوں کہ مطلب یہ ہے کہ انسان جب یہ جان لے گا کہ قتل کا بدلہ قتل ہے، تو وہ قتل سے باز رہے

گا،اور ظاہر ہے کہ اس میں خود اس کی زندگی بھی محفوظ رہے گی،اور جسے قتل کرتا اس کی زندگی بھی محفوظ رہے گی،جس سے نسلِ انسانی کا تحفظ ہوگا۔پس یہ قصاص قتل سے باز رہنے کا سبب اور زندگی کا محافظ ہے،تو چوں کہ آیت کریمہ میں الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں اور کچھ حذف بھی نہیں،لہذا یہ ایجازِ قِصَر ہے۔

5.6.2 ایجازِ حذف

ایجازِ حذف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:"إیجاز حذف، ویکون بحذف کلمة أو جملة أو أکثر مع قرینة تُعَیّن المحذوف".

ایجازِ حذف کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں اختصار کچھ حذف کر کے کیا جائے،اور محذوف کی تعیین پر کوئی قرینہ موجود ہو،تا کہ مراد کے سمجھنے میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

اس حذف کی مختلف صورتیں ہیں:

1- کبھی مضاف کو حذف کر کے کلام میں اختصار پیدا کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں ہے:﴿وجاهدوا في الله حق جهاده﴾(الحج: 78) (اور خدا (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے)۔

یہاں "في الله"،میں مضاف محذوف ہے،یعنی:"في سبيل الله"۔

2- اور کبھی مضاف الیہ کو حذف کیا جاتا ہے،جیسے:﴿وواعدنا موسىٰ ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر﴾(الأعراف: 142) (اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی،اور اسے دس راتوں کے اضافہ سے مکمل کیا)۔

یہاں "بعشر"کا مضاف الیہ محذوف ہے:یعنی "بعشر ليال"۔

3- اور کبھی موصوف کو حذف کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں ہے:﴿ومن تاب وعمل صالحاً﴾(الفرقان: 71) (اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے)۔

یہاں "صالحا" کا موصوف محذوف ہے:یعنی "عملاً صالحاً"۔

4- اور کبھی صفت کو حذف کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں ہے:﴿فزادتهم رجسا إلى رجسهم﴾(التوبة: 125) (ان کی گندگی میں اور گندگی بڑھ گئی)۔

یہاں "رجسا"کی صفت محذوف ہے:یعنی "رجساً مضافا إلى رجسهم".

5- اور کبھی شرط کو حذف کیا جاتا ہے،جیسے" کچھ پانا چاہتے ہو تو محنت کرو!"یعنی تو محنت کرو اگر کچھ پانا چاہتے ہو"،اور جیسے قرآن میں ہے:﴿اتبعوني يحببكم الله﴾(آل عمران: 31) (میری پیروی کرو! خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا)۔

یہاں شرط محذوف ہے:یعنی "فإن تتبعوني"۔

6- اور کبھی جواب شرط کو حذف کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں ہے:﴿ولو ترىٰ إذ وقفوا على النار﴾(الأنعام: 27) (اور اگر تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے)۔

یہاں "ولو ترى" شرط کا جواب محذوف ہے:یعنی "لرأيت أمراً فظيعاً"۔

7- اور کبھی مفعول اور متعلق کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے: ﴿ولو شاء لهداكم أجمعين﴾(النحل: 9) (اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستہ پر چلا دیتا)۔

یہاں "شاء" فعل کا مفعول محذوف ہے: یعنی "ولو شاء هدايتكم"۔

اور جیسے: ﴿لا يسئل عما يفعلون وهم يسئلون﴾(الأنبياء: 23) (وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی، اور (جو یہ لوگ کرتے ہیں، اس کی) ان سے پرسش ہوگی)۔

یہاں "يسئلون" فعل کا متعلق محذوف ہے: یعنی "يسئلون عما يفعلون"۔

8- اور کبھی مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿بلدة طيبة وربٌّ غفور﴾(سبأ: 15) (رہنے کو یہ پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے کو خدائے غفار)۔

یہاں "بلدة طيبة" سے پہلے "أرض سبأ" اور "رب غفور" سے پہلے "الله" مسند الیہ محذوف ہے: یعنی "أرض سبأ بلدة طيبة والله رب غفور"۔

9- اور کبھی مسند کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿ولئن سألتهم من خلق السمٰوات والأرض ليقولن الله﴾(لقمان: 25) (اور اگر تم ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو بول اٹھیں گے کہ اللہ نے)۔

یہاں "الله" مسند الیہ کا مسند محذوف ہے: یعنی "خلقهن الله"۔

10- اور کبھی ایک، یا ایک سے زائد جملہ کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين﴾(البقرة: 213) (پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو خدا نے نبیوں کو بھیجا)۔

یہاں "فبعث" سے پہلے ایک جملہ محذوف ہے: یعنی "فاختلفوا فبعث الله النبيين"۔

اور جیسے: ﴿أنا أنبئكم بتأويله فأرسلون يوسف أيها الصديق أفتنا﴾(يوسف: 46-45) (میں آپ کو اس کی تعبیر بتاتا ہوں، مجھے جیل خانہ جانے کی اجازت دیجئے (غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف! اے بڑے سچے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے)۔

آیت کریمہ میں کئی جملے محذوف ہیں: یعنی "فأرسلون إلى يوسف لأستعبره الرؤيا، فأرسلوه فأتاه، وقال له: يوسف أيها الصديق أفتنا" مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کے ساقی نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا: کہ میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاؤں گا، مجھے یوسفؑ کے پاس بھیجو کہ میں اس سے اس کی تعبیر معلوم کروں، تو انہوں نے اسے بھیجا، اب یہ حضرت یوسفؑ کے پاس آیا اور کہا، یوسف! اے بڑے سچے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے۔

معلومات کی جانچ

1- ایجازِ قِصَر اور ایجازِ حذف کسے کہتے ہیں؟

2- ایجازِ حذف کی کتنی صورتیں ہیں اور کیا کیا ہیں؟

5.7 حذف کی اقسام

حذف کی دوقسمیں ہیں:

اول: یہ کہ محذوف کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہو، بل کہ کسی قرینہ سے وہ سمجھا جائے، جیسا کہ ایجازِ حذف کی مثالوں میں گذرا۔

دوم: یہ کہ کوئی چیز محذوف کے قائم مقام ہو، جیسے قرآن کریم میں ہے: ﴿**ليحقّ الحقّ ويبطل الباطل**﴾ (الأنفال: 8) (تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے)۔

یہاں ایک جملہ محذوف ہے: یعنی "**فعل الله ذلک**" اور آیت کریمہ اس محذوف جملہ کے قائم مقام ہے۔

اور جیسے ﴿**فإنما عليک البلاغ وعلينا الحساب**﴾ (الرعد: 40) (تو تمہارا کام پہونچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے)۔

یہاں شرط وجزا کا جملہ حذف کردیا گیا ہے، اور آیت کریمہ کو اس کے قائم مقام کردیا گیا ہے: یعنی "**إن لم يؤمنوا فلا تحزن فإنما عليک البلاغ وعلينا الحساب**".

معلومات کی جانچ

1- حذف کی پہلی قسم کیا ہے؟

2- حذف کی دوسری قسم کیا ہے؟

5.8 حذف کی علامتیں

جب کلام میں کچھ حذف ہو، تو اس حذف کا پتہ لگانا، نیز محذوف کو متعین کرنا ضروری ہوتا ہے، تا کہ کلام کی مراد پوری طرح واضح ہوسکے، چنانچہ کچھ حذف ہے، اس کا پتہ تو عقل سے چلتا ہے، اور کیا حذف ہے؟ اس کی تعیین درجہ ذیل باتوں سے کی جاتی ہے:

1- کبھی مقصود کلام سے محذوف کی تعیین کی جاتی ہے، جیسے: "کبوتر حلال ہے اور گدھ حرام ہے" چوں کہ اس کلام کا مقصد کھانے کی حلت وحرمت بیان کرنا ہے، لہذا "کھانا" محذوف مانا جائے گا، اور مطلب ہوگا کہ "کبوتر کا کھانا حلال ہے اور گدھ کا کھانا حرام ہے"۔

اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**حرمت عليكم الميتة**﴾ (المائدة: 3) (تم پر مرا ہوا جانور حرام ہے)۔

چوں کہ اس آیت کا مقصد مردار کے کھانے کی حرمت بیان کرنا ہے، لہذا عقل کا تقاضا ہوگا کہ "**الميتة**" سے پہلے لفظ "**تناول**" محذوف مانا جائے، تو عبارت یوں ہوگی: "**حرمت عليكم تناول الميتة**".

2- اور کبھی عرف عام سے محذوف کی تعیین کی جاتی ہے، جیسے: "**اشتهر حاتم الطائي**" (حاتم طائی بڑا مشہور رہا): یعنی "**في الجود والسخاء**" (سخاوت وفیاضی میں) یہاں یہ محذوف اس لیے متعین کیا گیا کہ حاتم طائی عرف عام میں اسی اعتبار سے شہرت رکھتا ہے۔

اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**فذلكن الذي لمتنني فيه**﴾ (یوسف: 32) (یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں)۔

یہاں ''فیہ'' میں مضاف محذوف ہے: یعنی ''في مراودته'' (جس کے پھسلانے میں) اور یہ محذوف اس لیے متعین کیا گیا کہ عرف عام میں اس قسم کے واقعہ میں عورتوں کی ملامت اسی پھسلانے اور اپنی طرف مائل کرنے پر کی جاتی ہے۔

3- اور کبھی کسی کام کے شروع کرنے سے محذوف کی تعیین کی جاتی ہے، جیسے "**بسم الله الرحمن الرحيم**" یعنی جو کام **بسم الله الرحمن الرحيم** سے شروع کیا جائے وہی محذوف ہوگا، مثلاً: **بسم الله** سے پڑھنا شروع کیا جائے تو مطلب ہوگا کہ ''**أقرأ بسم الله الرحمن الرحيم**'' (اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتا ہوں)۔

اور لکھنا شروع کیا جائے تو مطلب ہوگا کہ ''اللہ کے نام سے لکھنا شروع کرتا ہوں'' وغیرہ۔

4- اور کبھی اقتران واتصال سے محذوف کی تعیین کی جاتی ہے: یعنی کوئی کلمہ یا کلام، کسی تقریب یا فعل سے متصل بولا جائے تو اس سے بھی محذوف کی تعیین ہو جاتی ہے، جیسے: ''هنيئا لک'' (تمہیں مبارک ہو) کہ اگر کسی تقریب یا شادی کے موقع پر بولا جائے تو مطلب ہوگا کہ ''تقریب مبارک ہو''، ''شادی مبارک ہو''۔ اور اگر کسی مہمان کی آمد پر کہا جائے تو مطلب ہوگا کہ ''آپ کا آنا مبارک ہو''۔ اسی طرح عید کے موقع پر: یعنی ''عید مبارک ہو'' وغیرہ۔

معلومات کی جانچ

1- مقصود کلام سے محذوف کی تعیین کا کیا مفہوم ہے؟

2- عرف عام سے محذوف کی تعیین کا کیا مفہوم ہے؟

3- اقتران واتصال سے محذوف کی تعیین کس طرح ہوتی ہے؟

5.9 اطناب اور اس کے مواقع

علمائے بلاغت فرماتے ہیں: "**الإطناب زيادة اللفظ على المعنى لفائدة**"۔

کسی فائدہ کے پیشِ نظر الفاظ کا معانی سے زائد ہونا ''اطناب'' کہلاتا ہے۔ جیسے تاکید کے موقع پر یوں کہا جائے کہ ''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا'' اور ''اپنے کانوں سے سنا'' اور ''اپنے ہاتھ سے لکھا''، ظاہر ہے کہ دیکھنا آنکھ ہی سے ہوتا ہے، اور سننا کان ہی سے، اور لکھنا ہاتھ ہی سے، لہذا ان جملوں میں آنکھ، کان اور ہاتھ کا ذکر زائد ہے؛ مگر چوں کہ یہ اضافہ تاکید کے فائدہ کے لیے ہے، لہذا اسے اطناب کہا جائے گا، اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**فخرّ عليهم السقف من فوقهم**﴾ (**النحل: ٢٦**) (اور چھت ان پر ان کے اوپر سے گر پڑی)۔

ظاہر ہے کہ چھت اوپر ہی سے گرتی ہے، لہذا "**من فوقهم**" کا ذکر زائد ہے، اور یہ اضافہ تاکید کے لیے ہے۔

اور جیسے: ﴿**رب إني وهن العظم مني واشتعل الرأس شيباً**﴾ (**مريم: 4**) (اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں، اور سر کے بال سفید ہوگئے ہیں)۔

کلام کی مراد یہ ہے کہ میں بوڑھا ہوگیا، مگر تاکید کی غرض سے اسے طول دے دیا گیا ہے۔

اطناب کے مختلف مواقع ہوتے ہیں، مثلاً: مقصد کو سامع کے ذہن نشیں کرنا، مراد کو خوب واضح اور مؤکد کرنا، وہم اور غلط فہمی کو دور کرنا، حمیت اور غیرت کو بھڑکانا وغیرہ، چناں چہ صلح وصفائی، مدح وستائش، مذمت وہجو، وعظ وخطابت، ارشاد ونصیحت اور تہنیت ومبارک بادی وغیرہ کے موقع پر اطناب کا طریقہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

اور اگر الفاظ کی زیادتی بے فائدہ ہو، اور وہ زیادتی متعین نہ ہو تو اسے ''تطویل'' کہا جاتا ہے۔

معلومات کی جانچ

1- اطناب کسے کہتے ہیں اور اس کے مواقع کیا ہیں؟

2- تطویل کسے کہتے ہیں؟

5.10 اطناب کی صورتیں

5.10.1 ابہام کے بعد ایضاح

ابہام کے بعد ایضاح: اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی بات کو مبہم ذکر کیا جائے، اور پھر اس کی وضاحت کر دی جائے، تاکہ وہ بات سامع کے ذہن نشیں ہو جائے، جیسے ''کیا ہی اچھا لڑکا ہے خالد'' یہاں پہلے اجمالاً کہا گیا کہ ''کیا ہی اچھا لڑکا ہے'' تو سامع کو شوق اور انتظار ہوا کہ وہ کون ہے؟ اب ''خالد'' سے اس کی وضاحت کر دی گئی کہ وہ خالد ہے، تو چوں کہ یہ بات پہلے اجمال سے سامع کے شوق اور انتظار کے بعد حاصل ہوئی، لہذا یہ اس کے ذہن نشیں ہو جائے گی، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**یا أیها الذین اٰمنوا هل أدلكم علی تجارة تنجیكم من عذاب ألیم، تؤمنون بالله ورسول وتجاهدون في سبیل الله بأموالكم وأنفسكم**﴾ (الصف: 11-10) (اے ایمان والو! تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے، وہ یہ کہ خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو)۔

آیت کے شروع میں ابہام ہے، کہ وہ کیسی تجارت ہے جو دردناک عذاب سے بچا لے گی؟ تو ''**تؤمنون بالله إلخ**'' سے اس ابہام کی وضاحت کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اپنے جان ومال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔

5.10.2 عام کے بعد خاص کا ذکر

عام کے بعد خاص کا ذکر: یعنی عام شے کو بیان کرنے کے بعد خاص شے کو ذکر کیا جائے، تاکہ اس خاص کی فضیلت اور اہمیت کا اظہار ہو سکے، جیسے قرآن میں ہے: ''شب قدر میں فرشتے اترتے ہیں اور جبرئیل امین بھی''۔ یہاں ''فرشتے'' عام ہے، اس کے بعد اظہار فضیلت کے لیے ''جبرئیل امین'' خاص کو ذکر کیا گیا، اور جیسے قرآن سے ہی یہ دوسری مثال: ﴿**حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ**﴾ (البقرة: 238) (مسلمانو! سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز) یعنی نماز عصر پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو۔

آیت کریمہ میں ''**الصلوات**'' عام ہے، جس میں ''**الصلوٰة الوسطیٰ**'' (نماز عصر) داخل ہے، مگر اس کی فضیلت اور اہتمام کے پیش نظر عام کے بعد خاص کر اس کو ذکر کیا گیا۔

5.10.3 خاص کے بعد عام کا ذکر

خاص کے بعد عام کا ذکر: یعنی خاص شے کو ذکر کرنے کے بعد، عام شے کو بیان کیا جائے، تا کہ خاص کے اہتمام کے ساتھ بقیہ عام افراد کی شمولیت ہو سکے، جیسے: ''محمد عربی ﷺ اور دیگر انبیاء کرامؑ، سب اللہ کے برگزیدہ بندے تھے''۔ یہاں ''محمد عربی ﷺ'' خاص ہے، جس کے بعد ''دیگر انبیاء کرامؑ'' عام کو ذکر کیا گیا ہے، جس میں وہ خاص بھی داخل ہے، پس خاص کے اہتمام کے پیش نظر اس کا دوبارہ ذکر ہوا اور حکم عام کے بقیہ افراد کو شامل ہوا، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنات**﴾(نوح: 28) (اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما)۔

یہاں ''**المؤمنين والمؤمنات**'' عام ہے، جس میں وہ سب داخل ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے ہوا ہے۔

5.10.4 اعتراض

اعتراض: اس کا مطلب یہ ہے کہ اثناء کلام میں ایک، یا آخر کلام میں ایک، یا ایک سے زائد جملہ معترضہ لایا جائے، جس کی غرض کبھی تنزیہہ وتقدیس ہوتی ہے، جیسے ''اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا مہربان ہے''، یہاں ''تبارک وتعالیٰ'' جملہ معترضہ ہے، جو تنزیہہ وتقدیس کے لیے بڑھایا گیا ہے، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**ويجعلون لله البنات سبحانه ولهم ما يشتهون**﴾(النحل: ۵۷) (اور یہ لوگ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ ان سے پاک ہے، اور اپنے لیے بیٹے، جو انہیں مرغوب و دل پسند ہیں)۔

آیت کریمہ میں ''سبحانہ'' جملہ معترضہ ہے، جس کی غرض تنزیہہ وتقدیس ہے۔

اور کبھی غرض تعریف وتوصیف ہوتی ہے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿**وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل**﴾(آل عمران: 178) (اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے، اور بہت اچھا کارساز ہے)۔

یہاں ''**ونعم الوكيل**'' جملہ معترضہ ہے، جس کی غرض تعریف وتوصیف ہے، اس جملہ کا ماقبل پر عطف نہیں۔

5.10.5 ایغال

ایغال: اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے آخر میں کسی نکتہ کے پیش نظر ایسے الفاظ لائے جائیں جن کے بغیر بھی کلام کا اصل مطلب حاصل ہو رہا ہو، جیسے قرآن میں ہے: ﴿**والله يرزق من يشاء بغير حساب**﴾(البقرة:212) (اور خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)۔

اس مثال میں ''**بغير حساب**'' کے بغیر بھی جملہ مکمل ہے۔

5.10.6 تکرار

تکرار: یعنی کلام میں کوئی لفظ مکرر لایا جائے، جس کا مقصد کبھی تاکید ہوتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**كلا سوف تعلمون ثم كلا سوف تعلمون**﴾(التكاثر: 4-3) (دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا، پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا)۔

آیت پاک میں ہر ہر لفظ مکرر ہے، جس کا مقصد تاکید کے ساتھ قیامت کی ہولناکی سے ڈرانا ہے۔

اور کبھی تکرار کا مقصد سامع کے ذہن نشیں کرنا ہوتا ہے، جیسے ''خوشی کے بعد غم، اور غم کے بعد خوشی ہوتی ہے''، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**فإن مع العسر يسراً إن مع العسر يسراً**﴾(الشرح: 6-5) (ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے، اور بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے)۔

یہاں ''**عسر**'' اور ''**يسر**'' کی تکرار سامع کے ذہن نشیں کرنے کے لیے ہے۔

اور کبھی تکرار کا مقصد استیعاب کا ارادہ ہوتا ہے، جیسے ''میں نے اس کتاب کو لفظ لفظ پڑھا، اور حرف حرف سمجھا'' یعنی پوری کتاب پڑھ لی اور سمجھ لی۔

اور کبھی تکرار کا مقصد قبول نصیحت کی رغبت دلانا ہوتا ہے، جیسے ''میرے بیٹے! جھوٹ مت بولو، میرے بیٹے! میں تمہیں خیر خواہی کی نصیحت کر رہا ہوں'' ظاہر ہے کہ ''میرے بیٹے'' کی تکرار سے نصیحت قبول کرنے کی رغبت ہوگی، اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿وقال الذي اٰمن يا قوم اتبعون أهدكم سبيل الرشاد، يا قوم إنما هذه الحيوٰة الدنيا متاع وإن الآخرة هي دار القرار﴾ (غافر: 39-38) (اور وہ شخص جو مومن تھا، اس نے کہا کہ بھائیو! میرے پیچھے چلو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں، بھائیو! یہ دنیا کی زندگی چندروزہ فائدہ اٹھانے کی چیز ہے، اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے)۔

آیت کریمہ میں ''یاقوم'' مکرر ہے، جس کا مقصد قبول نصیحت کی رغبت دلانا ہے۔

5.10.7 تکمیل یا احتراس

تکمیل یا احتراس: اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں خلاف مقصود کا شبہ ہو، جسے دور کرنے کے لیے کچھ زیادتی کردی جائے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿وأدخل يدک في جيبک تخرج بيضاء من غير سوء﴾ (النمل: 12) (اور اپنا ہاتھ اپنے گریباں میں ڈالو، سفید نکلے گا بغیر کسی مرض کے)۔

آیت کریمہ میں ''بیضاء'' سے مرض برص کی سفیدی کا شبہ تھا، لہذا ''من غير سوء'' زائد کر کے اس شبہ کو دور کردیا گیا۔

5.10.8 توشیع

توشیع: اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں تثنیہ کا صیغہ لایا جائے اور پھر اس کی تفسیر دو مفرد کے ذریعہ بہ صورت عطف کردی جائے، جیسے ''العلم علمان علم الأبدان وعلم الأديان'' (علم تو دو علم ہے، علم ابدان اور علم ادیان)، یہاں پہلے ''علمان'' تثنیہ لایا گیا اور پھر دو مفرد ''علم الأبدان وعلم الأديان'' سے بہ صورت عطف اس کی تفسیر کردی گئی۔

5.10.9 تتمیم

تتمیم: اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں خلاف مقصود کا شبہ نہ ہو، اور محض کسی نکتہ کے پیش نظر الفاظ زائد کردیئے جائیں، جیسے قرآن میں ہے: ﴿ويطعمون الطعام على حبه مسكيناً ويتيماً وأسيراً﴾ (الإنسان: 8) (اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش ہے، فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں)۔

آیت کریمہ میں خلاف مقصد کا کوئی وہم نہیں، لہذا ''على حبه'' کی زیادتی محض سخاوت وایثار میں مبالغہ کرنے کے لیے ہے، کہ کھانے کی چاہت واشتہا کے باوجود اسے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔

5.10.10 تذییل

تذییل: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک جملہ کے بعد اس کے ہم معنی دوسرا جملہ تاکید کی غرض سے ذکر کیا جائے، جیسے قرآن میں ہے: ﴿وقل جاء الحق وزهق الباطل، إن الباطل كان زهوقاً﴾ (الإسراء: 81) (اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہوگیا، بے شک باطل نابود ہونے والا

ہے)۔

آیت کریمہ میں "إن الباطل كان زهوقاً"، "وزهق الباطل" کی تاکید ہے، کیوں کہ دونوں ہم معنی ہیں۔

تذییل کی دو قسمیں ہیں:

اول یہ کہ دوسرا جملہ 'ضرب المثل' کے طور پر ہو۔

دوم یہ کہ دوسرا جملہ 'ضرب المثل کے طور پر نہ ہو۔ جیسے قرآن میں ہے: ﴿وتطمئن قلوبهم بذكر الله،ألا بذكر الله تطمئن القلوب﴾ (الرعد: 28) (اور جن کے دل یاد خدا سے آرام پاتے ہیں اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں)۔

آیت کریمہ میں دونوں جملے ہم معنی ہیں، لہذا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل نہیں۔

5.10.11 ایک وضاحت

واضح رہے کہ ایجاز واطناب کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ کبھی کلام میں نسبتاً حروف کی قلت وکثرت کے اعتبار سے بھی ایجاز واطناب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے: یعنی دو کلام اصل مطلب کے ادا کرنے میں مساوی ہوں؛ مگر ایک میں بہ نسبت دوسرے کے حروف زیادہ ہوں، تو جس میں زیادہ حروف ہیں اس میں اطناب ہوگا، اور جس میں کم حروف ہیں اس میں ایجاز ہوگا۔

جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿أوفوا المكيال والميزان بالقسط ولا تبخسوا الناس أشيائهم ولا تعثوا في الأرض مفسدين﴾ (هود: 85) (ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو)۔

﴿فأوفوا الكيل والميزان ولا تبخسوا الناس أشيائهم ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها﴾ (الأعراف: 85) (تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو، اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو)۔

ظاہر ہے کہ دونوں آیتیں ہم معنی ہیں، مگر پہلی آیت میں بہ نسبت دوسری کے حروف زائد ہیں، لہذا پہلی میں اطناب اور دوسری میں ایجاز ہوگا۔

معلومات کی جانچ

1- تذییل اور احتراس کا کیا مفہوم ہے؟

2- توشیح اور تتمیم کا کیا مفہوم ہے؟

3- ایغال اور تکرار کسے کہتے ہیں؟

5.11 خلاصہ

کسی مفہوم کی ادائیگی مساوی الفاظ سے کرنا 'مساوات' کہلاتا ہے، کم لفظوں میں ایک وسیع جہانِ معنی کو سمیٹ لینا: یعنی ادائیگی مراد کے لیے جتنے الفاظ ضروری تھے، ان سے کم ہی استعمال کیے جائیں؛ مگر یہ اتنے جائیں؛ مگر یہ اتنے واضح اور جامع ہوں کہ ادائیگی مراد کے لیے کافی

ہوجاتے ہوں تو اسے ''ایجاز'' کہتے ہیں، ایجاز کی دو قسمیں ہیں: (1) ایجازِ قِصَر (2) ایجازِ حذف، پھر حذف کی دو قسمیں ہیں: اول: یہ کہ محذوف کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہو، بل کہ کسی قرینہ سے وہ سمجھا جائے۔ دوم: یہ کہ کوئی چیز محذوف کے قائم مقام ہو۔ جب کلام میں کچھ حذف ہو، تو اس حذف کا پتہ لگانا، نیز محذوف کو متعین کرنا ضروری ہوتا ہے، تا کہ کلام کی مراد پوری طرح واضح ہو سکے، چنانچہ کچھ حذف ہے، اس کا پتہ تو عقل سے چلتا ہے، اور کیا حذف ہے اس کا پتہ کبھی تو مقصودِ کلام سے ہوتا ہے، کبھی عرفِ عام سے، کبھی کسی کام کے شروع کرنے سے اور کبھی اقتران واتصال سے۔

کسی فائدہ کے پیشِ نظر الفاظ کا معانی سے زائد ہونا ''اطناب'' کہلاتا ہے، اطناب کے بھی مختلف مواقع ہوتے ہیں، مثلاً: مقصد کو سامع کے ذہن نشیں کرنا، مراد کو خوب واضح اور مؤکد کرنا، وہم اور غلط فہمی کو دور کرنا، حمیت اور غیرت کو بھڑکانا وغیرہ، چنانچہ صلح وصفائی، مدح وستائش، مذمت وہجو، وعظ وخطابت، ارشاد ونصیحت اور تہنیت ومبارک بادی وغیرہ کے موقع پر اطناب کا طریقہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

اطناب کی دس صورتیں ہیں: ابہام کے بعد ایضاح، عام کے بعد خاص کا ذکر، خاص کے بعد عام کا ذکر، اعتراض، ایغال، تکرار، تکمیل یا احتراس، توشیع، تتمیم اور تذییل۔

5.12 نمونہ کے امتحانی سوالات

درج ذیل سوالوں کے جوابات پندرہ سطروں میں لکھئے۔

1- مساوات، ایجاز اور اطناب کی تعریف کریں۔

2- حذف کی علامتوں پر مفصل نوٹ لکھئے۔

3- ایجاز کے محرکات اور اس کے مواقع کیا ہیں؟ وضاحت کریں۔

درج ذیل سوالوں کے جوابات تیس سطروں میں لکھئے۔

1- ایجاز کی اقسام پر تفصیل سے لکھیں۔

2- اطناب کی صورتوں میں سے شروع کی پانچ صورتوں کی وضاحت کریں۔

3- اطناب کی صورتوں میں سے اخیر کی پانچ صورتوں کی وضاحت کریں۔

5.13 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

1- مختصر المعاني — سعدالدین تفتازانی

2- علم المعاني — عبدالعزیز عتیق

3- البلاغة فنونها وأفنانها (علم المعاني) — فضل حسن عباس

4- دروس البلاغة — مشترکہ تصنیف: حفنی ناصف، محمد دیاب، سلطان محمد، مصطفیٰ طمّوم

5- البلاغة الواضحة مشترکہ تصنیف: علی الجارم و مصطفیٰ امین